IQBAL REVIEW (67: 1)
(January– March 2026)
ISSN(p): 0021-0773
ISSN(e): 3006-9130

وائینٹ ٹولز کے ذریعے علامہ اقبال کی نظم ''شکوہ'' کا متنی تجزیہ

A Computational Textual Analysis of Allama Iqbal's "Shikwa" through Voyant Tools

ڈاکٹر الماس خانم

Abstract

This research article presents a computational textual, linguistic, and thematic analysis of Allama Muhammad Iqbal's celebrated Urdu poem *Shikwa* using Voyant Tools v.2026. As one of the most significant poems in *Bang-e-Dara*, *Shikwa* articulates the historical consciousness, spiritual anguish, and collective self-perception of the Muslim community in a bold dialogic address to God. The study examines the poem as a corpus of 1,561 words, including 665 unique word forms, with a vocabulary density of 0.426 and a readability index of 60.772. Through frequency analysis, pronoun distribution, negation patterns, and thematic clustering, the article highlights how Iqbal constructs a powerful poetic discourse around Muslim decline, historical glory, monotheistic commitment, sacrifice, divine complaint, and collective identity. Particular attention is given to the

repeated use of words such as *hum* (we), *tu* (You), *nahin* (not), *kya* (what), and *bhi* (also/even), which reveal the poem's dialogic, interrogative, and protest-oriented structure. The study argues that Voyant Tools helps illuminate the linguistic patterns underlying Iqbal's poetic strategy and demonstrates how digital humanities can enrich the critical study of Urdu literature. Ultimately, *Shikwa* emerges not merely as a poem of complaint, but as a historical document, a theological dialogue, and a manifesto of Muslim collective awakening.

Keywords

Allama Iqbal, Shikwa, Voyant Tools, Digital Humanities, Computational Textual Analysis, Urdu Poetry, Muslim Collective Consciousness, Vocabulary Density, Thematic Analysis, Iqbal Studies

تعارف: وائینٹ ٹولز اور ڈیجیٹل ادبیات

جدید دور کو ڈیجیٹل دور کہنا بے جا نہ ہو گا اس دور میں ڈیجیٹلائزیشن نے زمانے کے انداز بدل کر رکھ دیے ہیں۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں یہ دور وہ دور ہے جس کے بارے میں قریباً ایک صدی قبل انہوں نے کہہ دیا تھا کہ:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی[۱]

ڈیجیٹل دور میں ادب کے مطالعے کے طریقے یکسر بدل گئے ہیں۔ روایتی تنقید نگاری کہ جس کی بنیاد ذاتی مطالعہ اور ادبی حساسیت پر تھی اب مشینوں کی مرہونِ منت ہو گئی ہے۔ آج زمانے پر انہیں مشینوں کی حکومت قائم ہے جن کو اقبال جیسے حساس شاعر نے دل کی موت قرار دے دیا تھا:

ہے دل کے لیے موت، مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات[۲]

لہٰذا اب کمپیوٹیشنل ٹولز نے یہ ممکن کر دیا ہے کہ کسی بھی متن کا مقداری اور اعداد و شمار پر مبنی تجزیہ بغیر احساسِ مروت کے کیا جا سکے۔ اس نئے علمی رجحان کو "ڈیجیٹل ہیومینیٹیز" کہا جاتا ہے اور وائینٹ ٹولز اس میدان کا ایک اہم ترین آلہ ہے۔

وائینٹ ٹولز (Voyant Tools) کی تخلیق اسٹیفن سنکلیئر (Stéfan Sinclair) اور جیفری راک ویل (Geoffrey Rockwell) کے ہاتھوں ہوئی۔ ڈیجیٹل تجزیاتی پلیٹ فارم ہے جو کسی بھی متن یا متون کے مجموعے (Corpus) کو بیک وقت مختلف زاویوں سے جانچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور متن کا جائزہ مختلف پہلوؤں سے لیتا ہے۔ اس کے کام کرنے کے طریقے کو درج ذیل چارٹ سے سمجھا جا سکتا ہے:

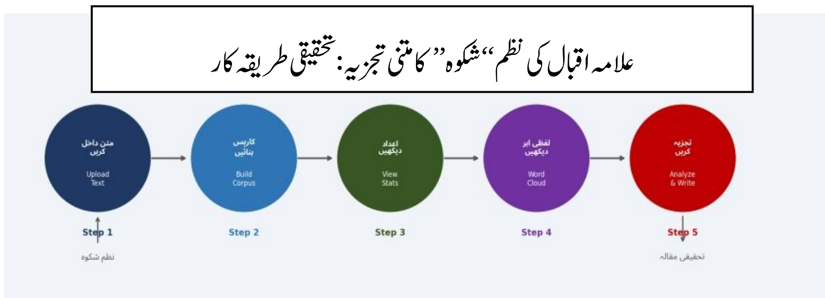

خاکہ ۱: وائینٹ ٹولز میں تحقیقی عمل کا بہاؤ Voyant Tools Research Workflow

اس کی خصوصیات میں لفظی ابر (Word Cloud / Cirrus)، الفاظ کی تکراری تعداد (Term Frequency)، متن کی پڑھنے کی اہلیت (Readability Index)، ذخیرۂ الفاظ کی کثافت (Vocabulary Density)، اور تقابلی گراف شامل ہیں۔

زیر نظر مقالے میں علامہ محمد اقبال کی نظم "شکوہ" کا وائینٹ ٹولز کے ذریعے تجزیہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ یہ کارپس علامہ اقبال کی نظم ''شکوہ'' کی دستاویز پر مشتمل ہے، اکتیس بندوں پر مشتمل اس نظم میں کل الفاظ کی تعداد ۱۵۶۱ ہے، منفرد الفاظ کی تعداد ۶۶۵ ہے اور ذخیرۂ الفاظ کی کثافت ۴۲۶ء۰ ہے۔

علامہ اقبال اور نظم "شکوہ": "ادبی پس منظر

علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے ایک ایسے شاعر ہیں جن کی فکر نے نہ صرف برصغیر بلکہ پوری مسلم دنیا کو متاثر کیا۔ اپنی زندگی میں ہی انھوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ مغرب میں بھی شہرت حاصل کر لی۔ نکلسن نے اقبال کی اسرارِ خودی کا انگریزی ترجمہ کر کے اقبال شناسی کی عالمی روایت کی بنیاد رکھی۔ آج دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو گا جہاں اقبال کی آواز نہ پہنچی ہو گی۔ خاص طور سے ان کے فلسفہ خودی نے مسلمانوں کے احیا اور بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ اپنی نظم ''شکوہ'' میں بنیادی طور پر ایک ایسی قوم کا نقشہ کھینچتے ہیں جو کہ جب تک خودی سے آشکار تھی نہ صرف فتوحات سے بلکہ اپنے اخلاق و کردار سے بھی دنیا پر چھائی رہی۔

"'شکوہ' انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے چھبیسویں سالانہ جلسے میں پڑھی گئی، جو اپریل 1911 میں ریواز ہاسٹل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس کی صدارت فقیر سید افتخار الدین نے کی تھی۔"[۳]

یہ اقبال کی زندگی کا وہ دور تھا جب وہ مشرقی و مغربی فکر کا گہرا مطالعہ کر چکے تھے۔ ان کے ذہن میں اسرارِ خودی کا خاکہ تشکیل پا رہا تھا اور وہ مسلمانوں کے شاندار ماضی پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر بھی غور و فکر کر رہے تھے۔ علامہ اقبال نے یہ نظم ایک جرأت مندانہ الٰہیاتی مکالمے کی صورت میں تحریر کی جس میں شاعر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کی خدمت کی، دنیا کے گوشے گوشے میں توحید کا پیغام پھیلایا، جنگوں میں قربانیاں دیں، پھر بھی آج وہ ذلت و پستی کا شکار کیوں ہیں؟ علامہ اقبال کا انداز 'شکوہ' کا ہے لیکن ان کو احساس ہے کہ وہ اللہ کے حضور شکوہ کرنے کی گستاخی نہیں کر سکتے۔ اسی لیے وہ نظم کے ابتدائی اشعار ہی میں اپنی اس جرات کی وجہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ "خاکم بدہن" کہہ کر معذرت کر لیتے ہیں کہ:

کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں
فکر فردا نہ کروں محو غم دوش رہوں
جرأت آموز مری تاب سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللہ سے، خاکم بدہن ہے مجھ کو[۴]

عبدالمغنی اقبال کی نظموں 'شکوہ' اور 'جوابِ شکوہ' کو ایک ہی نظم کے دو حصے قرار دیتے ہیں اور ان نظموں کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

شاعری کی زبان و بیان کا استعمال اس ملی نظم میں اسی شان سے ہوا ہے جس کا اظہار کسی بھی انسانی موضوع کی فنی نقش گری میں ہو سکتا ہے، بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ فن کار کے اندرونی جذبے کے سرجوش نے نمونہ فن میں ایک ایسی حرارت پیدا کر دی ہے جس کی آنچ مشکل سے مشکل مواد کو گھلا یا موڑ کر ہئیت کے سانچے میں بالکل فطری طور پر ڈھال دیتی ہے، جب کہ ایک تنقیدی نگاہ فن کار کے اندر سے ابھر کر اس سانچے کی نوک پلک بلا تکلف اور بے ساختہ درست کرتی رہتی ہے۔ شکوہ و جواب شکوہ اقبال کی وہ ایک بڑی کامیاب، حسین، پُر اثر اور اہم شاعرانہ تخلیق ہے جس کے ارتعاشات خضرِ راہ اور طلوع اسلام سے بھی آگے بڑھ کر 'ساقی نامہ'، 'ذوق و شوق' اور 'مسجد قرطبہ' کے مصرعوں اور شعروں میں محسوس کیے جا ئیں گے، جب کہ قبل اس کے آثار 'تصویرِ درد' اور 'شمع و شاعر'[۵] کے بندوں میں بھی نمایاں تھے۔"

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد اپنے تحقیقی مضمون "فکرِ اقبال میں 'شکوہ' اور 'جوابِ شکوہ' کی معنویت" میں ان نظموں کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"شکوہ" اور "جواب شکوہ" کے فنی اور تکنیکی پہلوؤں کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہنا زیادتی ہو گی۔ یہ نظمیں جیسا کہ معلوم ہے مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان سناتی ہیں۔ ان نظموں میں مسلم تاریخ کے عظیم الشان واقعات اور عہد بہ عہد ان کا روحِ مذہب سے دور ہو کر زوال کا شکار ہونا بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ کو شعر گوئی کے لبادے میں اس طرح ڈھالنا کہ شعریت ہاتھ سے نہ جائے، مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ اقبال نے اپنی غیر معمولی قدرت کلام کے باعث اس ناممکن اور مشکل کو ممکن اور سہل بنا دیا ہے۔ یہ نظمیں اگرچہ اقبال کے تشکیلی دور کی یادگاریں ہیں تاہم ان میں جابجا تکنیک اور فن کے وہ معجزے دکھائی دیتے ہیں جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔ لفظیات کا انتخاب، تراکیب سازی، پیکر تراشی، منظر نگاری، تشبیہات و استعارات کی ندرت، کنایات و اشارات کی ہمہ رنگی، صنایع و بدائع کی برجستگی، محاورے اور روزمرے کی رنگارنگی، مصرعوں کا دروبست، ردیف و قوافی کا محل استعمال، شعروں کا ارتباط اور بیان کی صفائی ایسے پہلو ہیں جو الگ الگ کئی دفاتر کے متقاضی ہیں۔ دونوں نظمیں نغمیت اور موسیقیت کے حسنِ دلآویز کی مظہر کامل ہیں۔ تکرارِ الفاظ و حروف، حروف علت کے معجزانہ استعمال، ردیف و قوافی کی جھنکار اور بحر کے انتخاب نے ان نظموں کو نغمے کا بدل بنا دیا ہے۔[۶]

کارپس کے بنیادی اعداد و شمار کا تجزیہ

نظم "شکوہ" کا مشینی آلات کے ذریعے متنی جائزہ لینے کے لیے اس میں علامہ اقبال کی نظم کا متن ڈالا گیا جس کے نتیجے میں وائینٹ ٹولز نے "شکوہ" کے کارپس کے متعلق مندرجہ ذیل بنیادی اعداد و شمار فراہم کیے: جنہیں درج ذیل جدول میں پیش کیا جارہا ہے۔

قدر (Value)	اعداد و شمار کا پہلو
1	کل دستاویزات (Total Documents)
1561	کل الفاظ (Total Words)

منفرد الفاظ (Unique Word Forms)	665
ذخیرۂ الفاظ کثافت (Vocabulary Density)	0.426
پڑھنے کی اہلیت (Readability Index)	60.772

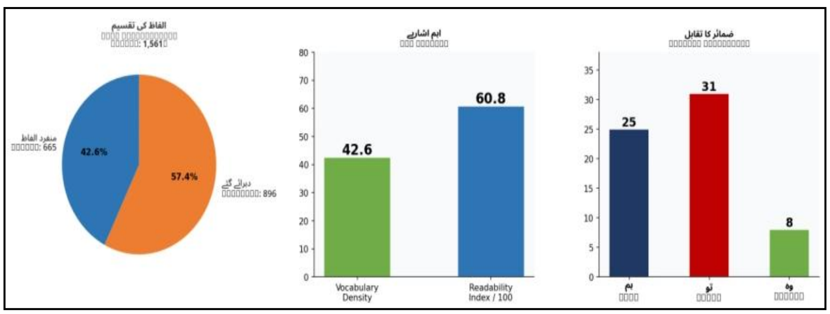

خاکہ ۲: کارپس کے اعداد و شمار — الفاظ کی تقسیم، اشاریے اور ضمائر کا تقابل

کل الفاظ اور منفرد الفاظ

کارپس کے اعداد و شمار کے مطابق نظم ''شکوہ'' میں کل 1561 الفاظ ہیں جبکہ منفرد الفاظ کی تعداد 665 ہے۔ یعنی نظم میں 665 مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ تناسب ظاہر کرتا ہے کہ اقبال نے اس نظم میں ایک وسیع اور متنوع ذخیرۂ الفاظ استعمال کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظم میں استعمال شدہ باقی قریباً 896 الفاظ ایسے ہیں جنہیں بار بار دہرایا گیا ہے۔ یہ تکرارِ لفظی اردو شاعری کی روایت اور فکری زور پیدا کرنے کا ایک اہم طریقہ ہے جسے اقبال نے اپنی نظم میں کمال مہارت سے برتا ہے۔

ذخیرۂ الفاظ کی کثافت (Vocabulary Density: 0.426)

ذخیرۂ الفاظ کی کثافت کا حساب منفرد الفاظ کو کل الفاظ پر تقسیم کر کے لگایا جاتا ہے: اگر ویونٹ ٹول میں کسی شاعری کا Vocabulary Density 0.426 ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ متن میں لفظوں کے تنوع اور تکرار کا ایک خاص تناسب ہے۔

Vocabulary Density سے مراد ہے کہ متن میں کتنے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان کی تکرار کتنی ہے۔ یہ تناسب 0 سے 1 کے درمیان ہوتا ہے۔ 0.426 کا مطلب ہے کہ متن میں تقریباً 42.6% الفاظ مختلف ہیں، جبکہ باقی الفاظ تکرار والے ہیں۔ عام طور پر اگر ذخیرہ الفاظ کی کثافت 01 کے قریب ہو تو اس کا مطلب ہے کہ متن میں زیادہ مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جو تہہ داری اور تنوع کی نشاندہی کرتا ہے اور اگر الفاظ کی کثافت 0 ہو تو مطلب ہے کہ متن میں الفاظ کی تکرار زیادہ ہے، جو سادگی یا محدود لغت کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ اقبال کی نظم ''شکوہ'' کے تناظر میں، 0.426 کا Vocabulary Density یہ بتاتی ہے کہ ان کی شاعری میں الفاظ کا ایک معقول تنوع ہے، جو فکری گہرائی اور شعریت کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی ہے۔ شاعری میں تکرار اور ردیف و قافیہ کی وجہ سے یہ قدرتی طور پر کم ہوتی ہے لیکن شکوہ میں ذخیرہ الفاظ کی کثافت میں تنوع موجود ہے جو علامہ اقبال کے وسیع ذخیرہ الفاظ کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ کثافت بتاتی ہے کہ نظم میں ایک معتدل درجے کی لفظی تکرار ہے۔ اقبال نے نظم کے اندر مخصوص الفاظ جیسے "ہم"، "تو"، "دنیا"، "توحید" کو بار بار استعمال کر کے اپنے فکری موضوع کو مستحکم کیا ہے۔ اس تنوع کی بابت ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ:

> کسی برگزیدہ اور برتر ہستی کے سامنے شکوہ کرنے والا اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے حسبِ ضرورت مختلف انداز اختیار کرتا ہے، چنانچہ اقبال کے شکوہ کا لہجہ بھی متنوع ہے، کہیں عجز و نیاز مندی ہے، کہیں اپنی غیرت و انا کا احساس ہے، کہیں تندی و تلخی اور جوش ہے، کہیں تاسف و مایوسی کا لہجہ ہے، اور کہیں زاری و دُعا کا انداز ہے۔[۷]

پڑھنے کی اہلیت کا اشاریہ (Readability Index: 60.772)

نظم ''شکوہ'' کا پڑھنے کی اہلیت کا اشاریہ بتاتا ہے کہ "شکوہ" اعلیٰ پائے کی اردو جاننے والے قارئین کے لیے لکھی گئی ہے۔ نظم میں عربی و فارسی الفاظ کی کثرت، تاریخی ناموں اور مقامات کے حوالے اور

فلسفیانہ اصطلاحات نے نظم کو قدرے دشوار بنایا ہے۔ یعنی اس نظم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ قاری اردو زبان کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی الفاظ، اصطلاحات، تراکیب، ان کے محلِ استعمال کو سمجھنے کے قابل ہو۔ اس نظم میں تاریخی تناظر میں استعمال ہونے والی تلمیحات، فلسفیانہ اصطلاحات اور تاریخی مقامات کا استعمال قاری سے وسیع مطالعہ کا متقاضی ہے۔

نظم "شکوہ" میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ کا تجزیہ

وائینٹ ٹولز نے "شکوہ" کے سب سے زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ کی درج ذیل فہرست مرتب کی ہے:

لفظ	تعداد تکرار	نظم میں اہمیت
بھی	48	اضافیت
میں	45	مکانی و ذہنی فضا
ہے	41	حالیہ صورتحال
کو	32	مفعولیت
سے	31	علاقہ و نسبت
تو، ترے، تیری	18	اللہ سے خطاب
ہیں	30	اجتماعی حالت
کے	29	اضافت

مسلمانوں کی نمائندگی	25	ہم
نفی، احتجاج	25	نہ
اضافت مؤنث	22	کی
فاعلیت	22	نے
ماضی کی عظمت	17	تھے
سوالیہ انداز	16	کیا
نفی قوی	15	نہیں
استفہام	13	کس
زوال کی علامت	12	گئے
جذباتی مرکز	11	دل
کائناتی فکر	8	دنیا

نظم ”شکوہ“ میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے ۲۰ الفاظ

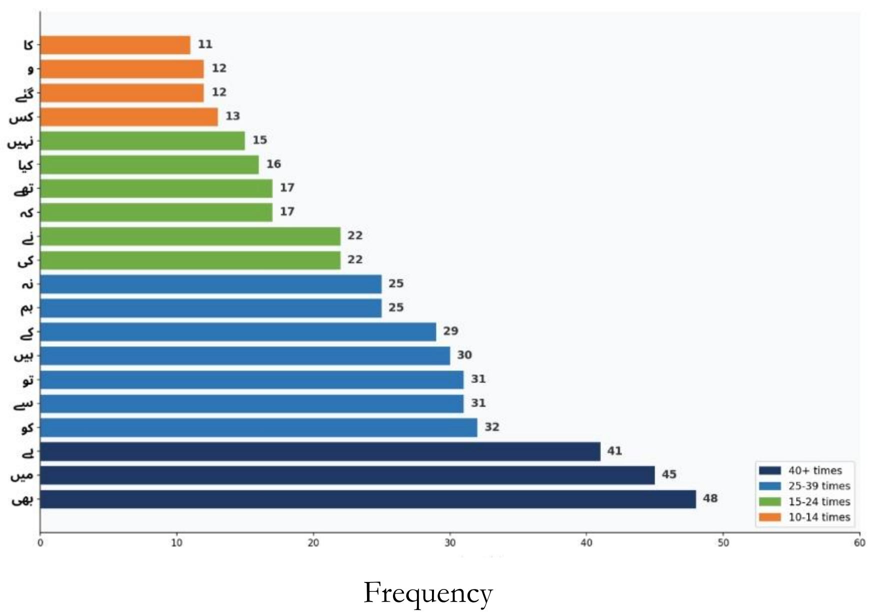

خاکہ ۳" :شکوہ" میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے ۲۰ الفاظ کا بار چارٹ

ضمائر کا تجزیہ" :ہم" اور "تو، ترے، تیری"

نظم میں "ہم" 25 بار اور "تو، ترے، تیری" 18 بار استعمال ہوا ہے۔ اس نظم میں شاعر نے جہاں کہیں "ہم " استعمال کیا ہے اس سے مراد مسلم امت ہے جبکہ "تو، ترے، تیری" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ پوری نظم ان دو ضمائر کے درمیان مکالمہ پر مشتمل ہے۔ ضمائر کا یہ استعمال ظاہر کرتا ہے کہ نظم بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ سے براہ راست خطاب ہے۔ مثالیں

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے[۸]

نفی کے الفاظ "نہ" اور "نہیں"

نظم میں "نہ" 25 بار اور "نہیں" 15 بار استعمال ہوا ہے یعنی نفی کا مجموعی استعمال 40 مرتبہ ہے۔ یہ اعداد نظم کے احتجاجی لہجے کو ظاہر کرتے ہیں اور نفی کی تکرار "شکوہ" کی شدت کو ظاہر کرتی ہے۔

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دل دار نہیں[۹]

لفظ "گئے": "زوال کی علامت

علامہ اقبال کی نظم "شکوہ" بنیادی طور پر مسلمانوں کے عظیم الشان ماضی کا آئینہ ہے۔ اس آئینے میں مسلمانوں کے روشن چہرے کو دکھانے کے لیے علامہ اقبال، اس گمشدہ ماضی کی تصویر کشی اس عمدہ طریقے سے کرتے ہیں کہ گویا ہم اس ماضی کو اپنی چشمِ تصور سے وقوع پذیر دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ ماضی کی وہ فضا ہے جو گزر چکی ہو۔ نظم میں لفظ "گئے" 12 بار استعمال ہوا ہے۔ اس کے استعمال سے اقبال ایک خاص تاثر پیدا کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ "چاہنے والے بھی گئے"، "آہیں بھی گئیں"، "نالے بھی گئے" جیسے فقرے نظم میں ایک المناک فضا پیدا کرتے ہیں اور گزری ہوئی عظمت کی یاد دلاتے ہیں۔

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے[۱۰]

موضوعاتی تجزیہ: الفاظ کی کہکشاں کے تناظر میں

وائینٹ ٹولز میں الفاظ کے استعمال کے پیٹرن کو دیکھنے سے "شکوہ" کے مرکزی موضوعات کو سمجھنا ممکن ہوتا ہے۔

نظم ''شکوہ'' موضوعاتی الفاظ کا جھرمٹ

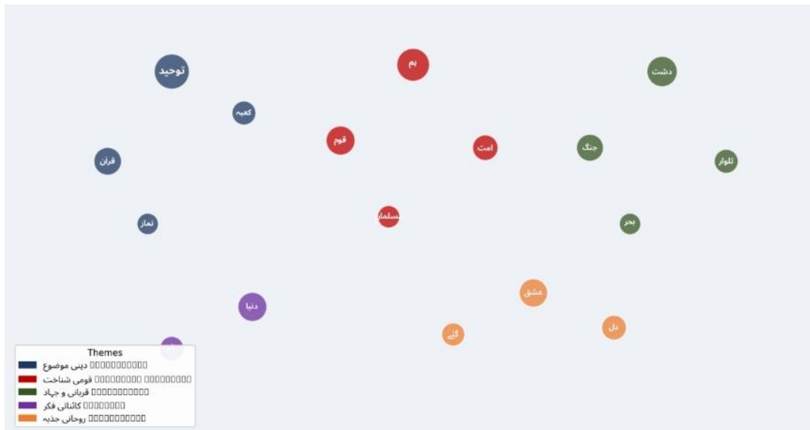

خاکہ ۴: موضوعاتی الفاظ کے جھرمٹ ـــــ رنگوں کے ذریعے مختلف موضوعات کی نشاندہی

توحید اور ایمان کا موضوع

نظم میں توحید، قرآن، کعبہ، نماز، تکبیر، اللہ، خدا جیسے الفاظ ایک اہم موضوعاتی فضا بناتے ہیں۔ اقبال کا پورا ''شکوہ'' اس بنیاد پر قائم ہے کہ مسلمانوں نے توحید کی خاطر قربانیاں دیں، مسلمانوں نے دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا، دنیا کے کونے کونے تک توحید کا پیغام پہنچایا، یہ نظم بنیادی طور پر مسلمانوں کے اجتماعی لاشعور کی آواز ہے جو مسلمانوں کی تباہی کے ملبے تلے دب چکی تھی، علامہ اقبال نے اس آواز کو دوبارہ سے بلند آہنگ عطا کیا اور مسلمانوں کے تابناک ماضی کا نظارہ پیش کرنے کی سعی کی۔

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے"

تاریخ اور ماضی کی عظمت

نظم میں سلجوق، تورانی، اہل چیں، ساسانی، یونانی، یہودی، نصرانی، یورپ، افریقا، ایران، قیصر، خیبر جیسے تاریخی حوالے اقبال کے وسیع علمی پس منظر کو ظاہر کرتے ہیں۔ اقبال کی نظر 'نیل کے ساحل'

سے لے کر ' خاکِ کاشغر ' تک کی تاریخ کا احاطہ کرتی ہے۔ وہ برق رفتاری سے مختلف ادوار، قوموں، مذاہب اور فاتحین و مفتوحین کا نقشہ کھینچتے چلے جاتے ہیں۔

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چیں چین میں ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی[۱۲]

ان چار مصرعوں میں 'سلجوق'، 'تورانی'، 'اہلِ چیں'، 'چین'، 'ایران'، 'ساسانی'، 'یونانی'، 'یہودی'، 'نصرانی' محض الفاظ نہیں ہیں بلکہ ہر ایک لفظ اپنی جگہ ایک مکمل تاریخ ہے، صدیوں پر محیط دور ہے، عروج وزوال کی داستان ہے جسے اقبال کی بلند فکر نے محض چند الفاظ میں سمو کر رکھ دیا ہے۔

جہاد اور قربانی کا موضوع

اقبال کا کمال ہے کہ انھوں نے لفظ 'جہاد' استعمال کیے بغیر جہاد اور قربانی کا فلسفہ پیش کر دیا ہے۔ کہیں 'بحرِ ظلمات' میں 'دوڑتے ہوئے گھوڑے' ہیں کہیں ' تلوار' اٹھانے کا ذکر ہے۔ کہیں 'تیغ زنی' کا بیان ہے تو کہیں 'توپ' سے لڑ جانے کی بات ہے۔ کہیں 'سر بکف' 'کفار کے لشکر' کاٹ کر رکھ دینے کا منظر ہے۔ ایسے بے شمار الفاظ ہیں جو مسلمانوں کی عظیم الشان قربانیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ الفاظ نظم میں ایک ایک بار ہی استعمال ہوئے ہیں لیکن اپنے اندر وزن لیے ہوئے ہیں اور اقبال لفظوں سے نہ صرف فضا بناتے ہیں بلکہ ماحول بھی تخلیق کرتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے[۱۳]

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے[۱۴]

لسانی تجزیہ: زبان، اسلوب اور استفہام

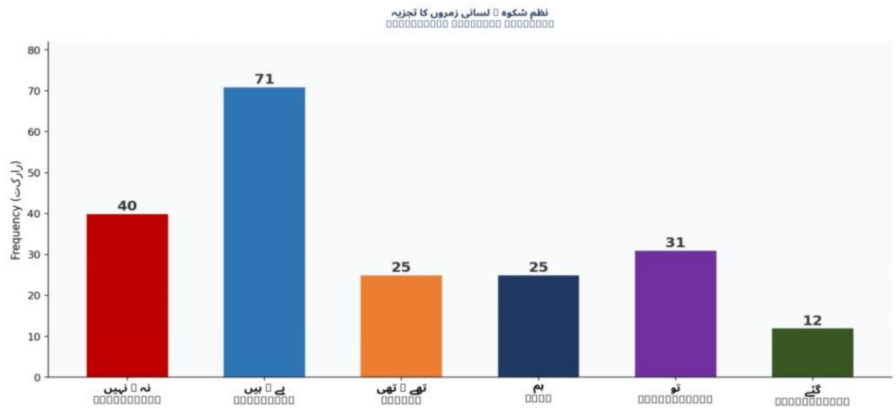

خاکہ ۵: لسانی زمروں کا تجزیہ — نفی، حال، ماضی، ضمائر اور زوال کے الفاظ

عربی و فارسی تراکیب

"شکوہ" میں عربی اور فارسی کی کثیر تراکیب ملتی ہیں۔ "جمعیت خاطر"، "ساز خاموش"، "شیوۂ تسلیم"، "بحر ظلمات"، "آتشکدۂ ایراں" جیسی فارسی تراکیب نظم کو ایک خاص علمی وقار عطا کرتی ہیں۔ عربی الفاظ جیسے "توحید"، "تکبیر"، "قبلہ"، "کعبہ"، "قرآن" دینی تعلیمات کے گہرے اثر کو ظاہر کرتے ہیں۔

استفہامی انداز

"کس" کا ۱۳ بار اور "کیا" کا ۱۶ بار استعمال نظم کے سوالیہ انداز کو ظاہر کرتا ہے۔

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے[۱۵]

یہ سوال بظاہر خدا سے پوچھے گئے ہیں لیکن حقیقت میں قاری کو یاد دلاتے ہیں کہ یہ سب مسلمانوں نے کیا۔

لفظ "بھی" کا خصوصی تجزیہ

وائینٹ ٹولز کے مطابق "شکوہ" میں "بھی" سب سے زیادہ ۴۸ بار استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر اردو شاعری میں اس کی معنوی اہمیت بہت گہری ہے۔

"بھی" کے اہم استعمالات: ۱(شمولیت" :دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے"۔) ۲(احتجاج" :پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے"۔) ۳(مساوات" :امتیں اور بھی ہیں ان میں گنہ گار بھی ہیں"۔) "بھی" کا ۴۸ مرتبہ استعمال نظم کے موازنے اور احتجاجی انداز کو ظاہر کرتا ہے۔

خودی اور اجتماعی شعور

اقبال کا فلسفۂ خودی ان کی پوری شاعری میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ "ہم" کی ۲۵ بار تکرار دراصل اجتماعی خودی کا اظہار ہے۔ اقبال مسلم قوم کو ایک اجتماعی وجود کے طور پر دیکھتے ہیں۔

عشق کا فلسفہ

"عشق" ۵ بار استعمال ہوا ہے۔ اقبال کے نزدیک عشق محض رومانوی جذبہ نہیں بلکہ ایک کائناتی قوت ہے۔

عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی

اللہ سے گلہ بطور ایمان کی دلیل

اہم فکری نقطہ یہ ہے کہ شکوہ خود ایمان کی علامت ہے۔ جو اللہ کا وجود نہیں مانتا وہ اس سے شکوہ نہیں کر سکتا۔ اقبال کا یہ گلہ ان کے گہرے ایمان کا اظہار ہے۔

"شکوہ" کی عالمی ادبی حیثیت

"شکوہ" صرف اردو ادب کا نہیں بلکہ عالمی ادب کا ایک اہم متن ہے۔ اس نظم میں انسان اور خدا کے درمیان جو مکالمہ ہے وہ کئی عالمی ادبی روایات سے ملتا جلتا ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں میں "شکوہ" کے تراجم ہوئے ہیں جو اس کی عالمگیریت کا ثبوت ہے۔

"شکوہ" کی فنی خصوصیات

مسدس کی صنف

اقبال نے "شکوہ" کو مسدس کی صنف میں لکھ کر مولانا حالی کی روایت کو آگے بڑھایا۔ مسدس کی یہ صنف طویل بیانیہ کے لیے موزوں ہے۔ رفیع الدین ہاشمی کے بقول:

> شکوہ مسدس ہیئت کے ۳۱ بندوں پر مشتمل ہے۔ بحر کا نام بحر رمل مثمن مخبون مقطوع ہے۔ بحر کے ارکان یہ ہیں: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔ اقبال کی طویل نظموں میں شکوہ ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ یہ پہلی طویل نظم ہے جس میں اقبال نے مسلمانوں کے دورِ عظمت و شوکت اور ان کی موجودہ زبوں حالی کو ایک ساتھ نہایت فنکارانہ انداز میں بیان کیا ہے۔[16]

تصویر نگاری

نظم میں استعمال ہونے والی تصویریں انتہائی زندہ ہیں۔ "بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانا"، "زیر خنجر پیغام سنانا" جیسی تصویریں نظم کو حسی اور جذباتی بناتی ہیں۔ "دشت"، "دریا"، "بحر"، "صحرا" جیسے الفاظ مسلمانوں کی عالمی وسعت کی علامت ہیں۔ اس ضمن میں نورالحسن نقوی رقمطراز ہیں:

> پیکر تراشی کے اچھے نمونے بھی اس نظم میں موجود ہیں بلکہ رمز و کنایہ اور استعارہ و تشبیہ کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔۔۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ شعری محاسن نظم کے پہلے اور آخری حصے ہی میں نہیں بلکہ پوری نظم میں موجود ہیں۔ درمیان کے بہت سے بند بھی دلکش ہیں اور انہیں فن کاری کا اچھا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔[17]

حاصلِ بحث

وائیٹ ٹولز کے ذریعے "شکوہ" کا تجزیہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اقبال نے اپنے فکری پیغام کو کیسے لسانی طور پر ترتیب دیا ہے۔ ۱۵۶۱ الفاظ پر مشتمل اس نظم میں ۶۶۵ منفرد الفاظ کا استعمال، ۴۲۶.۰ کی ذخیرۂ الفاظ کثافت، اور ۲.۷۷.۶۰ کا پڑھنے کی اہلیت کا اشاریہ یہ سب مل کر نظم کی لسانی اور فکری گہرائی کو ثابت کرتے ہیں۔ مختلف الفاظ اپنی تکرار کے ذریعے نظم کے مرکزی موضوعات کو اجاگر کرتے ہیں: مسلم قوم کی عظیم تاریخی خدمات، حال کا درد، خدا سے گلہ، اور ایک بہتر مستقبل کی امید۔ علامہ اقبال کی "شکوہ" صرف ایک نظم نہیں بلکہ ایک تاریخی دستاویز، ایک فلسفیانہ مکالمہ، اور ایک قومی بیداری کا منشور ہے۔ وائیٹ ٹولز نے اس عظیم متن کی ان پرتوں کو بھی روشن کیا ہے۔

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے[۱۸]

حوالہ جات و حواشی

۱ علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۲۲۲

۲ ایضاً، ص ۳۷۸

۳ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمیں: فکری و فنی مطالعہ، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۴، ص ۴۳

۴ علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، ص ۱۷۴

۵ ڈاکٹر عبد المغنی، اقبال کا نظامِ فن، مکتبہ مریخ، لیڈی امام ہاؤس، پٹنہ، ۱۹۸۴، ص ۲۷۷

۶ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، فکرِ اقبال میں 'شکوہ' اور 'جوابِ شکوہ' کی معنویت۔ دریچۂ تحقیق، ۶(۱)، ۲۰۲۳، ص ۴۷

۷ ہاشمی، رفیع الدین، اقبال کی طویل نظمیں: فکری و فنی مطالعہ، ص ۴۴

۸ علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، ص ۱۷۶

۹ ایضاً، ص ۱۷۷

۱۰ ایضاً، ص ۱۷۹

۱۱ ایضاً، ص ۱۷۷

۱۲ ایضاً، ص ۱۷۵

۱۳ ایضاً ص ۱۷۶

۱۴ ایضاً، ص ۱۷۷

۱۵ ایضاً، ص ۱۷۶

۱۶ ہاشمی، رفیع الدین، اقبال کی طویل نظمیں: فکری و فنی مطالعہ، ص ۴۴

[۱۷] نقوی، نورالحسن، اقبال شاعر و مفکر، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی ۲۰۰۰، ص۱۸۱

[۱۸] علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، ص۱۷۹